ایصالِ ثواب کی اہمیت اور شرعی طریقہ

مولانا محمد مجیب الدین قاسمی

یہ دنیا سرائے فانی ہے جہاں انسانوں کو ابتلاء اور آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے، یہاں جو اعمال حسنہ اختیار کرے گا اس کے نتائج اچھے ہونگے اور جو اعمال سیئہ میں گرفتار ہوگا اس کا انجام بہتر نہ ہوگا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اعمال حسنہ وسیئہ میں تمیز کرنے کے لیے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اور یہ احسانِ عظیم کیا کہ ان کو وحی کے ذریعہ اعمال کے ثواب وعذاب سے مطلع فرمادیا تاکہ وہ لوگوں کو اس کی خبر دیں، اچھے کاموں کی ترغیب کے لیے فضائل اعمال بیان کریں اور برے کاموں سے ترہیب کے لیے اعمالِ سیئہ کی قباحت وشناعت بتلائیں، جو اس فرق کے بعد اپنی زندگی کو باختیارِ خود جس رخ پر لگادے گا اس کو ویسا ہی صلہ ملے گا، یعنی اگر اچھے کام کرے گا تو اپنے ہی نفع کے لیے کہ دنیا وآخرت میں اجر وثواب حاصل ہوگا اور اگر بُرے کام کرے گا تو بھی اپنے ہی لیے کہ اس پر سزا وعذاب ہوگا: اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَأْتُمْ فَلَهَا (بنی اسرائیل:۷) مگر عمل کا یہ سلسلہ صرف موت تک جاری رہتا ہے کیونکہ موت کے بعد انسان کے ظاہری اعمال ختم ہوجاتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے موت سے پہلے پہلے جملہ طاعات اور احکامِ شرعیہ کی پابندی کا حکم دیا ہے: وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (المنافقون:۱۰) البتہ کچھ نیک اعمال کا بدلہ خواہ وہ خود کرگذرے یا کوئی دوسرا اس کے لیے کردے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے جس کو اصطلاحِ شرع میں ’’ایصالِ ثواب‘‘ کہتے ہیں۔ اس وقت ایصالِ ثواب کے متعلق کافی کوتاہیاں اور پہلوتہی بڑھتی جارہی ہے، یا تو نادانی اور عدمِ علم کی وجہ سے یا غیر ضروری امور کو اس کا جزءِ لاینفک سمجھنے کی وجہ سے، اس لیے اس مسئلہ کی اہمیت اور شرعی طریقہ سے واقفیت بے حد ضروری ہے۔

ایصالِ ثواب کی حقیقت:

ایصالِ ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ کسی نیک عمل پر جو ثواب عامل کو ملتا ہے وہ (عامل) یہ نیت یا دعا کرلے کہ اس عمل کا ثواب فلاں زندہ یا مرحوم کو عطا کردیا جائے۔

اس تعریف سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں، اول یہ کہ ایصالِ ثواب صرف ایسے عمل کا کیا جاسکتا ہے جس پر عامل کو ثواب ملنے کی توقع ہو، کیونکہ اگر خود عامل ہی کو ثواب نہ ملے تو دوسرے کو ثواب کیسے پہنچایا جاسکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خلافِ شرع اور خلافِ سنت کام کے ذریعہ ایصالِ ثواب نہیں کیا جاسکتا۔

دوم یہ کہ ایصالِ ثواب زندہ اور مردہ دونوں کے لیے ہوسکتا ہے یعنی نیک عمل کا ثواب کسی کو اس کی زندگی میں بھی بخش سکتے ہیں، اور اس کی وفات کے بعد بھی، مگر عرفِ عام میں مردوں کو ایصالِ ثواب کا رواج اس لیے ہے کہ ان کے اعمال کا سلسلہ چونکہ ختم ہوجاتا ہے برخلاف زندہ آدمی کے، اس لیے مرحوم ایصالِ ثواب کا زیادہ محتاج ہوتا ہے اور زندوں کی جانب سے ان کے لیے یہی تحفہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ’’قبر میں مردے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور لوگوں کو مدد کے لیے پکار رہا ہو، اسی طرح مرنے والا اپنے ماں، باپ، بھائی، بہن اور دوست احباب کی طرف سے دعا کا منتظر رہتا ہے اور جب وہ (دعا) اس کو پہنچتی ہے تو اسے دنیا ومافیہا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں (زندوں) کی دعاؤں کی بدولت اہلِ قبور کو پہاڑوں کے برابر رحمت عطا فرماتے ہیں، اور مردوں کے لیے زندوں کا تحفہ استغفار ودعا ہے‘‘۔ (مشکوٰۃ:۲۰۶) اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرنے والے زندوں کی بہ نسبت ایصالِ ثواب کے زیادہ مستحق ہیں۔

سوم یہ کہ ایصالِ ثواب کے لیے عمل سے پہلے نیت یا عمل کے بعد دعا کر لی جائے اور دونوں کو جمع کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، نیز ایصالِ ثواب سے عامل کے عمل سے کچھ تخفیف یا کمی بھی نہیں ہوتی بلکہ اس کو پورا پورا ثواب ملتا ہے، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر تم میں سے کوئی ایک نفل صدقہ کر کے اس کا ثواب اپنے والدین کے لیے بخش دے تو وہ ثواب دونوں کو ملے گا اور عامل کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔'' (طبرانی بحوالہ شرح صدور للسیوطیؒ)

ایصالِ ثواب کا ثبوت

ایصالِ ثواب کا غیر مشکوک ثبوت قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ سے ملتا ہے حضراتِ اکابرینِ امت کا اس پر تعامل بھی رہا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ''ایک شخص کی دعا اور صدقہ کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچنا نصوصِ شرعیہ سے ثابت اور تمام امت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے۔'' (معارف القرآن ۸/۲۱۹)

قرآن کریم میں ارشاد ہے ''اور ان لوگوں کو جو ان کے بعد آئے جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجیے، اے ہمارے پروردگار! آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔'' (الحشر:۱۰)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ''اس میں حضراتِ سابقین (جو وفات پا چکے ہیں) کے لیے دعائے مغفرت کی ترغیب دی گئی ہے، جیسا کہ صوفیہ کی عادتِ لازمہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے سلف کے لیے دعا اور ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ (بیان القرآن ۱۱/۱۲۴)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ''جمہور اہلِ سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے، اس کی دلیل یہی آیتِ مبارکہ ہے۔''

(تفسیر مظہری ۹/۱۰۳)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے ''اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے'' (الطّور:۲۱)

اس آیت کے ذیل میں ابن کثیرؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو جنت میں ان کے اعمال کی مناسبت سے بہت اونچا درجہ عطا کریں گے تو یہ لوگ سوال کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہ مقام اور درجہ کہاں سے مل گیا؟ (حالانکہ ہمارے اعمال اس قابل نہ تھے) تو جواب دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد نے جو تمہارے لیے استغفار، دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کیا تھا یہ اس کا ثواب ہے'' (تفسیر ابن کثیر ۴/ ۳۰۷)

ان دو آیات میں مؤمنین کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا ایسا کھلا ثبوت موجود ہے جو کسی تقریر و تشریح کا محتاج نہیں۔

احادیثِ صحیحہ صریحہ بھی اس پر شاہد ہیں کہ مؤمنین متوفین کو ایصالِ ثواب کا نفع پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، خود آنحضرت ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ اپنی امت کی جانب سے قربانی فرمایا کرتے تھے۔ (ابنِ ماجہ: ۲۲۶) اور حضراتِ صحابۂ کرامؓ کو اس کی تلقین بھی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ہو گیا جب کہ حضرت سعدؓ موجود نہیں تھے، بعد میں دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری غیر موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا، کیا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو ان کے لیے نفع مند ہوگا؟ (ثواب ملے گا) آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ (مخراف) اپنی والدہ کے

لیے صدقہ کر دیا۔ (بخاری ۱/ ۳۸۸)

ایک دوسری روایت میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جو شخص قبرستان جائے اور سورۂ یٰسین پڑھے تو (اس کی برکت سے) اللہ تعالیٰ اس قبرستان کے جن مردوں پر عذاب ہو رہا ہے اس میں تخفیف فرما دیتے ہیں اور پڑھنے والے کو بھی ان ہی کے بقدر اجر دیا جاتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری ۹/ ۱۰۵)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب بدستور جاری رہتا ہے، (۱) صدقۂ جاریہ (۲) میت کا ایسا علم جو دوسروں کے لیے نافع ہو (۳) یا میت کی ایسی نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہے۔ (مسلم ۲/ ۴۱)

ان احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرحومین کو عباداتِ مالیہ اور بدنیہ دونوں کا ثواب ملتا ہے۔

ایک شبہ کا جواب:

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان دنیا و آخرت میں کسی اور کے گناہ کا مکلّف یا ذمہ دار نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص اپنے گناہوں کا خود جوابدہ ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الفاطر:۱۸) لیکن نیک اعمال کے سلسلہ میں یہ ضابطہ ہے کہ اس کا ثواب عامل کو تو ملتا ہی ہے اور اگر وہ چاہے تو دوسروں کو بھی اپنے عمل کا ثواب پہنچا سکتا ہے جیسا کہ آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ کے ذیل میں گذرا لیکن بعض لوگ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (الطّور:۱۶) اور وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم:۳۹)

ان آیات کے ذریعہ ایصالِ ثواب کی حد بندی فرماتے ہیں، کہ ہم مطلق دعا و استغفار کے قائل ہیں، مگر اس کا ثواب اور فائدہ صرف پڑھنے والے کو ہی ملتا ہے جس کے لیے دعا یا مغفرت کی التجا کی جائے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اس لیے یہ ضروری ہے کہ ان آیات کی مراد واضح کر دی جائے۔

حضراتِ مفسرین نے آیاتِ مذکورہ کے سلسلہ میں مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں، چنانچہ امام المفسرین حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں آیات ابتدائے اسلام میں نازل ہوئی تھیں لیکن آیت وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ الخ (الطّور:۲۱) کے نزول کے بعد منسوخ ہو گئیں، حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم شرائع سابقہ (حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کی شریعت) میں تھا لیکن یہ اس امت کی خصوصیت ہے کہ اس کے لیے دوسرے کا عمل بھی نافع ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حکم کفار کے ساتھ مخصوص ہے مؤمنین اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(روح المعانی ۱۵/ ۱۰۱، ۱۰۲)

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے ایصالِ ثواب کے متعلق ایک اصولی ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ''دوسروں کے عمل کا فائدہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ اپنے عمل کا ثواب پہنچانے کی نیت کرے، لہٰذا جب عامل عمل کر کے اس کا ثواب دوسرے کو ایصال کر دے تو لازماً اس کو نفع ہوگا، گویا ایصالِ ثواب میں عامل بحیثیت وکیل مؤکل (مرحوم) کو ثواب پہنچاتا ہے اور شریعت میں وکیل کا عمل مؤکل ہی کا عمل متصور ہوتا ہے'' (چنانچہ کتبِ فقہ میں ایسی بے شمار نظائر موجود ہیں)

(احکام القرآن ۵/ ۱۸ از مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

علاوہ ازیں ان آیات میں مزید علمی موشگافیاں کی گئی ہیں، جو کتبِ تفاسیر میں مذکور ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات کا ایصالِ ثواب کی صحیح صورتوں کی نافعیت سے اثباتاً یا نفیاً کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ مختلف قوموں اور گروہوں نے اپنے نسبی بزرگوں، پیروں اور پیشواؤں کی نیک عملی کے فائدہ مند اور ذریعۂ نجات ہونے کے بارے میں جو گمراہانہ خیالات اور بے بنیاد جھوٹی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب غلط ہیں، کیونکہ ایک کی کمائی

دوسرے کو کام نہیں آئے گی بلکہ ہر ایک کے لیے اپنی ہی کوشش اور محنت کارآمد ہوگی: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ، وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم: ۳۸، ۳۹) اگر اس آیت کو ایصال کی غیر نافعیت پر محمول کیا جائے تو پھر حضراتِ انبیائے کرام، اولیائے عظام، حفاظ وعلماء اور بعض مؤمنین کی شفاعت کا کیا مطلب رہ جاتا ہے جب کہ ان کی شفاعت کا مقبول ونافع ہونا احادیث میں مصرح ہے، اس لیے آیتِ مذکورہ سے ایصالِ ثواب کے عدم ثبوت پر استدلال کرنا نصوص شرعیہ صریحہ کی خلاف ورزی ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ

زندوں کی جن مساعیٔ حسنہ اور اعمالِ صالحہ سے مُردوں کو نفع پہنچتا ہے وہ تین طریقے کے اعمال ہیں، جن پر تواتر کے ساتھ امت میں عمل جاری ہے (۱) دعا واستغفار (۲) عباداتِ بدنیہ (۳) وعباداتِ مالیہ کے ذریعہ ایصال ثواب اور ان تینوں کے متعلق نصوص موجود ہیں (جیسا کہ گذر چکا) البتہ عباداتِ بدنیہ کے ذریعہ ایصالِ ثواب کی بابت فقہاء میں اختلاف ہے، حضرت امام شافعی ومالک رحمہما اللہ کے نزدیک عباداتِ بدنیہ محضہ (نماز، روزہ وغیرہ) کا ثواب میت کو نہیں پہنچایا جاسکتا ہے، عباداتِ مالیہ محضہ (صدقہ وزکوٰۃ) اور وہ عبادت جو بدنیہ ومالیہ ہو (حج) اس کا ایصالِ ثواب نیز ان کے حق میں دعائے خیر بھی کی جاسکتی ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عباداتِ مالیہ اور بدنیہ دونوں طریقوں سے ایصالِ ثواب درست ہے۔ (ہدایہ ۱/۲۹۶)

ایصالِ ثواب کا احسن طریقہ یہ ہے کہ مستحقین کو نقد رقم دے دی جائے تاکہ وہ اپنی ضروریات کے مطابق استعمال کریں، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خشک جنس دی جائے تاکہ جب چاہیں استعمال کرسکیں یا پھر خود پکا کر غرباء ومستحقین کو کھلادیں اور بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ ایک دو خوراک پکا کر مستحقین کو کھلایا جائے کیونکہ ایک دم پکانے میں مستحق وغیر مستحق سب جمع ہوجاتے ہیں۔ (جواہر الفقہ ۳/ ۲۸۷)

ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ قبر پر جا کر کچھ پڑھ دیں کیونکہ اس میں چند مصالح ہیں (۱) قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے سے ایصالِ ثواب کے علاوہ خود پڑھنے والے کو موت کا استحضار ہوتا ہے (۲) مردہ کو ذکر اللہ سے انس ہوتا ہے اس لیے خواہ سراً پڑھا جائے یا جہراً میت کو آواز پہنچتی اور وہ اس سے خوش ہوتا ہے (۳) تلاوتِ قرآن اور ذکر کی برکت سے مزید راحت ملتی ہے البتہ اس طریقہ میں یہ اہتمام کیا جائے کہ قبر کی طرف رخ کرکے فاتحہ پڑھی جائے اور دل ہی دل میں دعا کرلی جائے، کیونکہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو فقہاء نے منع کیا ہے۔ تاہم قبر کی طرف پشت کرکے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تالیفاتِ رشیدیہ: ۲۳۱)

ایصالِ ثواب کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ کچھ تلاوت کرکے علیحدہ صرف حضور ﷺ کی روح مبارک کو بخش دیا کریں، اگر زیادہ کی ہمت نہ ہو تو کم از کم تین مرتبہ سورۂ اخلاص ہی پڑھ کر ایصالِ ثواب کردیں۔ اکابرین کا یہ معمول تھا کہ جب بھی تلاوتِ قرآن کرتے تو بالخصوص آنحضرت ﷺ تمام انبیاء وصلحاء اور عام مسلمین ومسلمات سب کو اس کا ثواب بخش دیتے اور کبھی کسی خاص آدمی کے لیے بھی ایصالِ ثواب کرتے۔ (کمالاتِ اشرفیہ: ۱۹)

چند کوتاہیاں:

اس وقت ایصالِ ثواب سے متعلق طرح طرح کی کوتاہیاں بڑھتی جارہی ہیں جن کی طرف عموماً توجہ نہیں دی جاتی، مثلاً قرآن خوانی پر اجرت دینا، سودی قرض لے کر ایصالِ ثواب کرنا، ریا نام ونمود اور شہرت کی خاطر شادی خانوں میں اعلیٰ پیمانے پر شادی بیاہ کی تقاریب کی طرح ایصالِ ثواب کی خصوصی رسمیں انجام دینا، ایصالِ ثواب میں غیر مستحقین یعنی برادری والوں کو کھانا کھلانا وغیرہ جن سے ثواب کے بجائے گناہ لازم ہوجاتا ہے، آج کل عام دستور ہوگیا ہے کہ لوگ اپنے اعزہ واقارب کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کراتے ہیں اور پڑھنے والوں کو اجرت دیتے ہیں، کبھی تو اجرت پہلے سے طئے ہوجاتی ہے، کبھی صاحبِ خانہ اپنی مرضی سے دے دیتا ہے، یا کبھی کھانا وغیرہ پر اکتفاء کرلیا جاتا ہے، حد یہ ہے کہ اب تو شہر میں اس قسم کی کئی

جماعتیں ہیں جو صرف اجرت پر قرآن خوانی اور آیتِ کریمہ کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہیں اور باضابطہ اخبارات میں تشہیری اعلانات بھی دیتی ہیں اور کہیں کہیں اس قسم کے بورڈز بھی آویزاں نظر آتے ہیں، ان میں ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جن کو قرآن کریم تک صحیح پڑھنا نہیں آتا اور غلط سلط پڑھ کر رفو چکر ہوجاتے ہیں جس سے میت کے لیے ثواب کے بجائے عذاب کا اندیشہ ہوجاتا ہے۔ اس سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ ایصالِ ثواب پر اجرت لینا دینا سب حرام ہے، خواہ تلاوتِ قرآن ہو یا کوئی اور عبادت، بلا معاوضہ جائز ہے۔ (رسم المفتی: ۶۶)

علمائے کرام نے ایصالِ ثواب کی صحت کے لیے کچھ شرائط بیان فرمائی ہیں۔ (۱) میت مسلمان صحیح العقیدہ ہو (۲) ایصالِ ثواب کرنے والا بھی صحیح العقیدہ مسلمان ہو (۳) ریا نام ونمود، شہرت اور لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچنے کے خیال سے پاک ہو (۴) جو مال بطور صدقہ دیا جائے وہ حلال طیب ہو، مالِ حرام سے ایصالِ ثواب ناجائز ہے (۵) اس مال میں کسی غائب یا نابالغ کا حق نہ ہو (۶) تلاوتِ قرآن یا کسی دوسری عبادت (حج بدل) پر کسی قسم کا معاوضہ نہ دیا جائے (۷) عبادت دنوں، کیفیتوں، اوقات اور اقسام طعام کی تخصیص سے پاک ہو (۸) کھانا اور صدقہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے، برادری اور اغنیاء اس میں شریک نہ ہوں۔ (احسن الفتاویٰ ۷/ ۲۹۷)

اگر ایصالِ ثواب مذکورہ بالا شرائط کی پابندی اور بیان کردہ کوتاہیوں کو ختم کرتے ہوئے کیا جائے تو وہ مستحسن بھی ہے اور میت کے لیے باعثِ اجر وثواب بھی اور ان چیزوں کو ایصالِ ثواب کے لیے ضروری قرار دینا بالکل بے بنیاد اور بے جا بات ہے، اس لیے ان تمام باتوں سے احتراز کرتے ہوئے صحیح طریقہ پر ایصالِ ثواب کیا جائے تاکہ میت کو علی الوجہ الاتم ثواب ملے۔

آج کل اپنے احباء واقرباء وجمیع مسلمین ومسلمات کے ایصالِ ثواب کا اہتمام بہت کم ہی کیا جارہا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعدِ مرگ ان کو بھلا دیا جارہا ہے، بس کچھ مخصوص ایام میں ایصالِ ثواب کردیتے ہیں حالانکہ ایصالِ ثواب کوئی ایسا بڑا کام نہیں جس کے لیے وقت درکار ہو، چلتے پھرتے بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، اس لیے اس کے اہتمام کی خصوصی ضرورت ہے، کیونکہ احباب کی دعائیں اور ایصالِ ثواب مرحومین کے لیے نعمتِ عظمیٰ ہے جس سے مردوں کا اخروی فائدہ ہوتا ہے اور زندوں کے لیے دنیوی واخروی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى (اٰمین)